اسلامی ثقافت کی اقدار

محترمہ رضوانہ عثمان

اسلام میں مذہب کلچر کا ایک جزو لاینفک ہے اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اسلامی کلچر نے ماضی کی تمام ثقافتوں کو جو شاندار اور ابدی طور پر سود مند تغیر بخشا ہے تاریخ عالم میں اس قسم کا تغیر کسی بھی ثقافت میں رونما نہیں ہوا۔ اسلام صرف اس مادی دنیا کے کاروتہوار چلانے کیلئے اصولوں کا تعین کرنے کے لئے نہیں آیا بلکہ حیات بعد از موت اور حساب بعد از حیات کا ایک ایسا نظریہ لے کر آیا ہے جس کا تعلق فانی اور ابدی دونوں قسم کی زندگیوں سے ہے اس نظریے کے تحت کسی بھی انسان کو محض حشرات الارض میں سے ایک ایسا کیڑا تصور نہیں کیا جاتا جو چند لمحوں کیلئے کائنات فانی میں رونما ہوا اور معدودے چند سانس لے کر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے نابود ہو گیا۔

اسلام کے نزدیک انسان کی تخلیق کا ایک واضح مقصد ہے اور اس مقصد کے حصول کیلئے دین و مذہب نے راہوں اور منزلوں کی روشن طور پر نشان دہی کی ہے ان مخصوص ہدایات اور اصولوں نے ازمنہ قدیم سے رائج ان تمام فرسودہ قوانین، رسوم و رواجات کو یکسر ختم کر دیا جو انسانیت کی تذلیل کا سبب بنتے رہے جس سے انسان کی خودی اور انا کو زبردست دھچکا لگتا رہا۔ اسلامی ثقافت کے وجود میں آنے سے دنیا میں سب سے بڑی جو تبدیلی واقع ہوئی وہ انسانوں کا خدائے لایزل کی ہر شے پر قدرت مطلق کا یقین تھا۔ اگرچہ انسان اسباب کا محتاج رہا لیکن اصل میں جو مسبب الاسباب بنا وہ باری تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کوئی دوسری طاقت نہ تھی۔ چنانچہ انسان نے تکمیل احتیاجات میں جہاں دوسرے انسان کو اپنا ممد و معاون تصور کیا وہاں اسلام نے اس حقیقت کو لوگوں سے منوایا کہ انسانوں کی معاونت اس وقت تک کارگر ثابت نہیں ہو سکتی جب تک اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکت اپنے مخصوص رحم وکرم اور فضل کے ذریعے قوائے آسمانی کو بروئے کار لا کر مادی اسباب نہ بنائے۔ یعنی کاشتکار کا بیج بو دینا اس امر کی ضمانت نہیں کہ وہ ضرور اگے گا اس کو وافر پھل لگے گا اور اس سے مقصودِ ما حاصل ملے گا ممکن ہے کہ وہ بیج مٹی میں مل کر گل سڑ جائے۔ یہاں اگر کوئی نادیدہ طاقت ہے تو وہ صرف اللہ جل شانہ کی ذات ہے جو مٹی میں پڑے بیج میں جان ڈال دیتا ہے اور اس کو قوت نشو و نما بخش کر انسانوں کیلئے منفعت بخش بنا دیتا ہے۔ اسی طرح زندگی کے دوسرے میدانوں میں مذہب کا عمل دخل ہے۔

اگر گزشتہ ادوار میں انسان اس لافانی حقیقت سے دور رہا تو یہ اس کی بدقسمتی ہے وہ معاشرتی سکون اور ثقافتی ورثے میں سے چنداں حصہ حاصل نہیں کر سکا۔ مذہب انسان کو مادی نقصانات کے اثرات سے بچانے کے لئے ایک بہت بڑی ڈھال ہے مافوق الفطرت واقعات کے رونما ہونے کا پس منظر سمجھ میں آنے لگا انسانوں کو متحیر کر دینے والے سلسلے عقل میں جگہ پانے لگے اور اس قادر مطلق کے وجود کا احساس ہونے لگا جس نے یہ تمام کائنات تخلیق کی ہے انسانی تخلیقات کو ماوراء السماء سوچنے کی قوت حاصل ہوئی اور دنیا و مافی الارض کی چیزوں سے پوری طرح بہرہ ور ہونے اور ان سے فائدہ اٹھانے کی طاقت ملی۔

مذہب نے دنیا میں بسنے والوں کو واضح طور پر بتا دیا کہ ان کی زندگیوں کا مقصد کیا ہے حصول مقصد کا طور طریقہ کیا ہے اور آنے والی نسلوں کو گزشتہ نسلوں کی کوتاہیوں سے آگاہ کرنے کے زیادہ سے زیادہ فائدہ مند زندگی گزارنے کا طریقہ بتایا اذہان میں سوچ کی بلند پروازی، دلوں میں نیک جذبات کی گہرائی جسموں پر طہارت صرف دین اسلام نے بخشی، یہ تمام باتیں مجموعی طور پر عالمی ثقافت پر اثر انداز ہوتی ہیں۔

تخلیق کائنات کے بعد اس وقت جب سے کہ انسان نے متمدن معاشرتی زندگی کا آغاز کیا یہی سمجھا جاتا رہا کہ طاقت کا نام خدا ہے چاہے وہ طاقت کسی شے میں ہو چاہے آگ پانی اور ہوا میں ہو چاہے اس کا تعلق کسی خطرناک اور مہلک قسم کے جانوروں اور درندوں سے ہو چاہے بڑے بڑے قدیم درختوں سے ہو چاہے وہ اس وسیع، عریض دھرتی پر بہنے والے دریاؤں اور سمندروں سے متعلق ہو چاہے آسمان پر چمکنے والے سورج سے ہو۔ ان قوتوں کو محض اس لئے خدا مانا گیا کہ اس وقت کے معاشرے میں اور اس دور کی ثقافت میں انسان خود کو ان کے سامنے بے بس تصور کرتا تھا اور مقابلے کی قوت نہ رکھتا تھا بلکہ ان چیزوں کو ناقابل تسخیر سمجھ کر اخلاقی لحاظ سے ان کے سامنے ہتھیار ڈال دیتا تھا۔ اور ان کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتا تھا۔ ان کی ہیبت تقدس اور اعتراف عظمت کا یہ عالم تھا کہ ان چیزوں کی تصویریں اور نقوش بنا کر ان کی پرستش کی جانے لگی حالانکہ بنظر غائر دیکھنے سے ہم پر یہ حقیقت

روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ مذکورہ بالا تمام تر قوتیں اسی طرح فانی، زوال پذیر اور عارضی ہیں جس قدر خود انسان کی ہستی۔ بقا تو اس قوت لا یزل کو حاصل ہے جو ان فانی قوتوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ یہ ایک بہت حوصلہ افزا احساس تھا جو مذہب اسلام نے دنیا والوں کو دیا۔ یہ ایک بہت بڑی نجات تھی جو لوگوں کو فرسودہ خیالات سے حاصل ہوئی یہ انسانی اقدار وقوت تسخیر کے احساس کی بہت بڑی فتح تھی جو بنی نوع انسان کو میسر آئی یہ دین اسلام کا احسان تھا کہ اس نے ذہنی غلامی کو دونوں جہانوں پر حکمرانی کے نظریے میں تبدیل کر دیا یہ انقلاب عظیم صرف دین اسلام کی وجہ سے رونما ہوا اس متحیر کن تغیر نے نہ صرف مختلف علاقوں کی محدود ثقافت کو چیلنج کر دیا بلکہ ثقافت کی وسعت کو عالمگیر حیثیت بخش کر دنیا کی عظیم ترین ثقافت بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ چنانچہ قرآن پاک میں خود ذات باری تعالیٰ نے اس امر کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا: ''ان الدین عند اللہ الاسلام''

ترجمہ: بے شک اللہ کے نزدیک اگر کوئی دین ہے تو وہ صرف اسلام ہے۔ پھر فرمایا:

''ان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ''

ترجمہ: بے شک یہ میرا سیدھا راستہ ہے پس اسی پر چلو اور اسے ترک کر کے دوسری راہیں اختیار نہ کرو اگر ایسا کرو گے تو سیدھی راہ سے بھٹک جاؤ گے۔

چنانچہ جن لوگوں نے اس دین کو اپنایا یعنی ایمان لائے اور اچھے اعمال کیے وہ ایک بہترین ثقافت کے معمار بن گئے ایسے لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا:

''کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر ''(آل عمران)

ترجمہ: تم بہترین امت ہو جسے انسانوں کی بھلائی کی خاطر پیدا کیا گیا ہے تم لوگوں کو نیک کاموں کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو۔

مذہب اسلام دنیاوی خداؤں کو بعض ایسی باتوں کی طرف اشارہ کر کے چیلنج کرتا ہے جو ان کے مقدور سے باہر ہیں تا کہ وہ اپنی زوال پذیر اور فنا ہو جانے والی قوتوں پر ناز نہ کریں اور اللہ تعالیٰ جو قادر مطلق ہے کے حضور اپنا سر تسلیم خم کریں کیونکہ اسی میں ان کی نجات ہے اس طرح ثقافت عالم کیلئے ایک زبردست چیلنج منظر عام پر آیا چند بنیادی باتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے:

''کیف تکفرون با اللہ و کنتم امواتا فاحیا کم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون''(البقرۃ)

ترجمہ: تم اللہ کی ذات سے کیسے انکار کر سکتے ہو حالانکہ تم سب سے پہلے مردہ حالت میں تھے پھر تمہیں زندہ کیا گیا پھر تمہیں موت دی جائے گی اور پھر تم کو زندہ کیا جائے گا پھر تم سب اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔

''لا الشمس ینبغی لھا ان تدرک القمر ولا اللیل سابق النھار کل فی فلک یسبحون''(یٰسین)

ترجمہ: سورج کے بس میں نہیں کہ وہ چاند کو پکڑے یعنی اس سے جا ٹکرائے اور نہ ہی رات دن سے پہلے آ سکتی ہے اجرام فلکی میں ہر ایک اپنے اپنے دائرہ کار میں چل رہے ہیں۔

''الذی خلق سبع سمٰوٰت طباقا. ماتری فی خلق الرحمن من تفوٰت فارجع البصر ھل تری من فطور. ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسئا و ھو حسیر''(الملک)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اوپر تلے آسمانوں کو تخلیق کیا تم اللہ کی اس تخلیق میں ذرہ بھر بے ضابطگی محسوس نہیں کرو گے پھر جب تم دوسری مرتبہ نظر ڈال کر دیکھو گے تو کیا تمہیں اس میں کسی قسم کا نقص نظر آئے گا پھر تمہاری نظر درماندہ ہو کر واپس لوٹ آئے گی اور کائنات کی تخلیق میں کسی قسم کا نقص دکھائی نہیں دے گا۔

قدیم ثقافتوں میں جن چیزوں کو جزو معاشرہ سمجھا جاتا تھا اور جن کے بھیانک نتائج کے باوجود افراد معاشرہ ان سے اس لئے اجتناب نہیں کرتے تھے کہ وہ باتیں ان کے آباء و اجداد کی طرف سے ورثے میں ملی ہیں اسلام نے آ کر یکسر روک تھام کی کیونکہ ماضی میں ان کے تلخ نتائج منظر عام پر آ چکے تھے جوابازی، شراب خوری، بت پرستی و بت تراشی اور ناپاکیزگی و ناپاکی ایسی باتیں تھیں جو جزو معاشرہ تھیں اور کسی نہ کسی صورت میں ثقافتی رنگ اختیار کر گئی تھیں۔ اسلام نے اس قسم کی ثقافت کے نام و نشاں تک مٹا دینے کا حکم دے، یا ارشاد ربانی ہے:

انما الخمر و المیسر والانصاب و الازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون(المائدہ)

ترجمہ: بے شک شراب جوا، بتوں کے مجسمے اور ناپاک چیزیں شیطانی عمل ہیں اس سے اجتناب کرو تا کہ کامیاب ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے حرام کھانے سے اس طرح منع فرمایا:

''لاتاکلوا اموالکم بالباطل''

ترجمہ: تم ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے مت کھاؤ۔ اسلامی ثقافت کی اقدار کو متعین کرتے وقت ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ بلند نصب العین، اعلیٰ نظریات، بہترین معاشرتی و اخلاقی اطوار، معزز ثقافت اسلامیہ ثابت ہوتی ہیں اس انداز کے پیش نظر جو نئی باتیں

معاشرے کی فلاح و بہبود کیلئے میسر آئیں ان میں توحید الٰہی کا نظریہ آخری رسالت پر ایمان قیامت کے روز اپنے اعمال کی جواب دہی کا تصور، تقویٰ کا احساس نظریہ خلافت الٰہیہ کا پرچار اور پوری نسل انسانی کی وحدت کے جذبات خصوصی حیثیت رکھتے ہیں۔

توحید الٰہی کا نظریہ:

اگرچہ اسلامی ثقافت کے وجود میں آنے سے پہلے وحدت الٰہی کا تصور کسی نہ کسی صورت میں موجود تھا اور وہ تصور بھی کتب سماوی کے ذریعے ہی انسانوں تک پہنچا تھا لیکن قرآن پاک نے جس توحید کا تصور پیش کیا وہ زیادہ شفاف اور ابہام سے پاک ہے (قل هو الله احد) اس میں نہ تو کسی تثلیث کا شائبہ، نہ کسی شرکت کا، نہ کسی مادی شکل میں اس کی رسائی حاصل ہے اور نہ ہی اس کا کوئی جزو مادی صورت میں محسوس کیا جا سکتا ہے وہ ایک واحد ذات ہے جس نے کائنات کو تخلیق کیا اور اس میں بے جان و جاندار اشیاء کو محض اپنے حکم سے وجود بخشا وہ قادر مطلق ہے اور کسی کی اعانت و مدد کا محتاج نہیں وہ حاکم کل ہے اور وہ اکیلا ہی معبود ہے اس کے سوا کسی کو سجدہ جائز نہیں کیونکہ سجدے کئے جانے کے لائق صرف اسی کی ذات بابرکت ہے ظاہر ہے کہ الوہیت کے اس تصور نے کتنے مادی مستفس اکابرین کو اس غلط فہمی سے نکال دیا کہ انہیں سجدہ کیا جانا چاہیے دنیا کی مختلف ثقافتوں میں بتوں کو کیے جانے والے سجدوں اور زور آور قوتوں کی اس اجارہ داری کو یکسر ختم کر دیا جس کے تحت وہ معبود بنی ہوئی تھیں۔

آخری رسالت پر ایمان:

ازمنہ قدیم کی ثقافتوں میں محض حکمران طبقہ یا اکابرین معاشرہ اپنے مفاد کے حصول کیلئے مختلف اصول مرتب کر کے انہیں معاشرے کے کمزور دھڑوں پر نافذ کر کے جور و ستم کا بازار گرم کرتے تھے اور جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات سمجھ کر حالات کا کڑوا گھونٹ بھر جاتے تھے ان کیلئے کوئی راہ ہدایت نہیں تھی ان کے نزدیک کسی منزل کا تصور نہ تھا وہ مخصوص حلقے کی ثقافت کا ایک بے جان جزو بن کر زندگی گزار جاتے تھے کسی ہادی برحق کی ندائے ہدایت کے فقدان کی وجہ سے وہ ذلت و ناکامی کے عمیق ترین گڑھوں میں گر پڑ کر زندگی گزار جاتے تھے انہیں نہ تو کسی خدا کا تصور حاصل تھا نہ ہی ان کیلئے فلاح کا کوئی راستہ تھا اس طرح وہ گھسے پٹے قدیم کلچر میں بے جان بن کر رہ جاتے تھے ان حالات میں نبی مکرم ﷺ کی تشریف آوری سے ان بے خبر انسانوں کو ہدایت کی روشنیاں نصیب ہوئیں قدر انسانیت کا احساس ہوا انسانی زندگی کو رہنمائی حاصل ہوئی۔ اور انہیں خداداد صلاحیتوں کا بجا طور پر موقع ملا۔

رسالت سے جو بھی سبق ملتا ہے وہ باعث نجات ہوتا ہے وہ نجات چاہے دنیوی معاشرت ہی کی کیوں نہ ہو یا آخرت کی۔ رسالت کی وساطت سے انسان کی معصومیت اجاگر ہوتی ہے معصومیت کسی بھی معاشرے یا ثقافت کی بہترین صفات میں سے ایک ہے اس سے نہ صرف گناہ کی نفی ہو جاتی ہے بلکہ اجتماعی زندگی میں زیادہ سے زیادہ اخلاص، محبت، اتحاد اور جذبہ ایثار پیدا ہوتا ہے جن قوموں میں یہ تین صفات پیدا ہو جائیں انہیں کبھی کسی محاذ پر شکست کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔

رسالت سے حاصل ہونے والی ہدایات کی بنیاد ارشادات الٰہیہ ہوتے ہیں۔ قرآن پاک میں بڑی واضح آیت ہے:

"وما ينطق عن الهوى"

ترجمہ: نبی ﷺ جو کچھ فرماتا ہے وہ دراصل منجانب اللہ ہوتا ہے۔ اللہ کی طرف سے جو بات ہوگی وہ مبنی بر صدق و ہدایت اور فلاح و بہبود ہوگی۔ جناب رسول مقبول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے جس دین کی نوید اہل جہان کو دی وہ دنیا کا کامل ترین دین ہے اس میں کوئی خامی نہیں چنانچہ اس دین کی رسالت سے جاری ہونے والے احکام کی تعمیل میں جس کلچر کی تخلیق ہوگی وہ دنیا میں کس قدر جامع اور مقبول ہوگا۔

روز محشر اور جواب دہی اعمال:

اسلام دنیا کا سب سے پہلا اور واحد دین ہے جس نے محشر کے دن انسانوں کے اعمال کیلئے جواب دہی کی حقیقت سے آگاہ کیا انسان دنیا میں اعمال خیر کیلئے بھیجا گیا اور اس کو زندگی گزارنے کیلئے واضح ہدایات قرآن پاک کے ذریعے جناب رسول پاک ﷺ کی وساطت سے بھیجی گئیں۔ ان واضح ہدایات کے ہوتے ہوئے بھی اگر منحرف ہو جائے یا غلط راستہ اختیار کرے تو وہ واقعی اپنے اعمال کا جواب دہ ہوگا ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

"فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره . ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره" (سورۃ زلزال)

ترجمہ: قیامت کے دن اگر کسی نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی تو وہ اس کو دیکھ لے گا اور اگر ذرہ بھر برائی کی ہوگی تو اسکو دیکھ لے گا۔

کوئی شخص اگر چھپ کر بھی بداعمالی یا گناہ کرے گا تو وہ قیامت کے دن وہ تمام ترحقائق اس کی آنکھوں کے سامنے ہوں گے یہاں تک کہ اس شخص کی زبان اس وقت بند ہو جائے گی اور اس کے ہاتھ پاؤں اس کی بد کرداریوں اور بداعمالیوں کو خود بیان کرنے لگیں گے جب صورت حال یہ ہوگی تو فرار کا کوئی مقام نہ ہوگا اور ہر انسان کو اس کا اعمال نامہ اس کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا جس کو وہ کسی صورت میں بھی جھٹلا نہ سکے گا۔ اس کیفیت کو اگر سنجیدگی سے مدنظر رکھا جائے تو کیا کوئی ذی شعور انسان گناہ کرنے کی کوشش کرے گا اس قدر واضح قبل از وقت

ہدایت تو محض دین اسلام کا ہی انعام ہے کسی اور دین میں اس قدر کھلے انداز میں کوئی بات نہیں کہی گئی دنیا کی بہترین ثقافت کی یہ بھی ایک دلیل ہے کہ انسان کو اس کے اعمال کی جواب دہی کیلئے تیار کرنا چاہیے تاکہ وہ برے اعمال سے بچا رہے۔

تقوی کا احساس:

تقوی کے لفظی معنی پرہیزگاری یا بری باتوں سے بچنا۔ یہ ایسی خصوصیت ہے جس کا تعلق محض ظاہر سے نہیں بلکہ دل سے ہے یہ ایک قلبی کیفیت کا نام ہے جو انسان کے اندر اس وقت پیدا ہوتی ہے جب وہ نظر بصیرت سے خود کو قادر مطلق کو حاضر ناظر جان کر اس کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے نیک اعمال کی طرف راغب ہو۔ جو شخص احکام خداوندی کی تعمیل میں اپنی زندگی کے تمام کام دلی محبت و اطاعت کے ساتھ سرانجام دے وہ شخص بھی متقی کہلاتا ہے ارشاد ربانی ہے:

"ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب"

(الحج)

ترجمہ: جو شخص اللہ کے شعائر کی پوری تعظیم کرے گا وہ شخص دلی طور پر تقوی کرنے والا ہوگا۔

تقوی میں چونکہ امر الٰہی کی تعمیل اور صدق دل سے اس کی رضا کو تسلیم کر لینا مقصود ہوتا ہے اسلئے معاشرتی اقدار میں تدبیر کے ساتھ ساتھ تقدیر کا عنصر بھی کارفرما ہوتا ہے دنیا کے کسی بھی منصوبے کی غرض و غایت درحقیقت دنیاوی افادیت پر مبنی ہوتی ہے لیکن اسلام میں بالخصوص اس امر کا خیال رکھا جاتا ہے کہ دنیاوی غرض و غایت کے ساتھ ساتھ اخروی بہتری بھی شامل منصوبہ ہو کیونکہ اسلامی عقیدوں میں حیات بعد از موت کا تصور یقینی حیثیت رکھتا ہے چنانچہ اسلام میں ثقافتی اقدار کا تعین کرتے وقت یہ غیر مادی لیکن عین حقیقت سے کبھی دامن کشی نہیں کی جاسکتی۔

اسلامی ثقافت صرف دنیاوی نمود و نمائش کی آئینہ دار نہیں ہے بلکہ اس کی تبلیغ کے سلسلے میں یہ امر اولین طور پر مدنظر رکھا جاتا ہے کہ معاشرے میں ایسی اقدار کی نشو و نما ہو جن سے انسان کا ظاہر باطن دنیا اور آخرت سب کے سب مائل بخیر ہوں معاشرے میں ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کے ساتھ بھائیوں جیسا سلوک ہو وہ ایک دوسرے کی ضروریات نشاط و انبساط اور رنج و غم میں برابر کے شریک ہوں وہ کردار سازی میں ایک دوسرے کے ممد و معاون ثابت ہوں وہ ایک دوسرے کے دلوں کو محبت و خلوص سے بھر دیں۔ وہ سب کے ساتھ نیکی کریں اور دوسروں کو نیکی کرنے کی تلقین کریں اور انہیں نیکی کرنے کے مواقع بہم پہنچائیں۔ وہ اپنی عاقبت کی زندگی کو سنوارنے کیلئے دنیا میں اعلیٰ حسن کارکردگی کا ثبوت دیں ان تمام باتوں کی تکمیل کسی بھی مسلمان کیلئے مشکل نہیں کیونکہ معاشرہ میں مادی و روحانی زندگی گزارنے کیلئے جو بے مثال نسخہ ہدایت ہمیں جناب رسول اللہ ﷺ کی وساطت سے قرآن پاک اور احادیث مبارکہ کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے وہ کامیاب ترین لائحہ عمل اختیار کرنے کیلئے بہترین رہنما ثابت ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اسلامی تمدن اور اسلامی ثقافت نے اسلامی معاشرہ پر گہرے نقوش چھوڑے ہیں۔

دینا کی کسی بھی ثقافت پر نظر ڈالنے سے پتہ چلے گا کہ تہذیب و تمدن کی پرچار کی نشانیاں محض مخصوص طبقے کی نمائندگی کرتی ہیں کسی ثقافت میں کالے لوگوں کے شاہکار دکھائی دیتے ہیں اور کسی میں گورے اپنی من مانیاں کرتے ہیں کوئی ثقافت زبان کی عظمت کا ڈنکا بجا رہی ہے اور کسی ثقافت میں رنگ و نسل کا تقدس قائم کیا جا رہا ہے کہیں علاقائی ہنرمندی کے چرچے ہیں اور کسی جگہ محدود نظریہ حیات کی تلقین کی جارہی ہے۔

لیکن اسلامی ثقافت میں جو عالمگیر جامعیت ہے وہ دنیا کے کسی مذہب میں نہیں اور نہ ہی اس کی مثال دنیا کی کوئی ثقافت پیش کر سکتی ہے۔

شیخ الحدیث حافظ محمد عبد اللہ صاحب بڈھیمالوی کی اھلیہ محترمہ کا سانحہ ارتحال:

جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے سابق شیخ الحدیث عظیم محدث حافظ عبداللہ صاحب بڈھیمالوی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ 82 سال کی عمر میں 4 دسمبر 2004ء کو وفات پاگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحومہ مفسر قرآن حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کی پڑپوتی تھیں۔ 50 سال تک طالبات کو زیور تعلیم سے آراستہ کرتی رہیں۔ احوال الآخرت، زینت الاسلام اور تفسیر محمدی (منظوم) کی حافظہ تھیں۔ مرحومہ عابدہ، صالحہ، شب زندہ دار اور نہایت متقی خاتون تھیں۔

ان کی نماز جنازہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں شیخ الحدیث حافظ عبد العزیز علوی حفظہ اللہ نے پڑھائی۔ بعد ازاں دوبارہ نماز جنازہ تاندلیانوالہ میں مولانا معین الدین لکھوی نے پڑھائی۔ سہ بارہ کمیانہ تحصیل سمندری میں حافظ محمد امین صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور وہی انہیں سپرد خاک کردیا گیا۔

جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے اساتذہ، انتظامیہ اور طلبہ نے مرحوم کے بیٹے قاری محمود الحسن لکھوی پروفیسر احمد ساقی اور نواسوں قاری نوید الحسن لکھوی اور پروفیسر تنویر قاسم صاحب سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے مرحومہ کی بلندی درجات کیلئے دعا کی۔

ادارہ **ترجمان الحدیث** پسماندگان سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں بلند مقام نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

اللھم اغفر لھا وارحمھا وعافھا واعف عنھا